دیوانِ غالب کا منظوم پنجابی ترجمہ۔ اسیر عابد کے قلم سے

ڈاکٹر محمد سلیم

Dr. Muhammad Saleem

Abstract:

Translation is an important as a creative writing. A translator should have a complete grip on both the languages. Aseer Abid is a great translator of this era. He was a great poet also.This article is comprehensive study about the translations of Dewan e Ghalib into Punjabi Language by Aseer Abid.

دنیا کی کسی بھی تحریر یا بیان کا مکمل طور پر ابلاغ اس وقت تک ممکن نہیں ہوتا جب تک اس کو اس کے قارئین یا سامعین کی اپنی زبان میں بیان نہ کیا جائے۔ اسی لئے مقامی زبان میں لکھی گئی تحریریں ہی اعلیٰ درجے تک پہنچی ہیں اور ان کو دوام عروج ملا ہے۔ دنیا میں جتنے بھی علوم وجود میں آئے۔ ان کی باقی تمام دنیا تک ترسیل زبان ہی کے ذریعے ممکن ہوئی ہے۔ اس طرح زبانیں علم وفن کو دوسروں تک پہنچانے کا ذریعہ ہی نہیں ہوتیں، بلکہ اس خطے کے مزاج رہن سہن اور ثقافت کے ساتھ ساتھ وہاں کی Folk widsom کو بھی دوسروں تک پہنچانے کا باعث بنتی ہیں۔ جہاں تک ترجمہ نگاری کے فن کی بات ہے ترجمہ نگار کے لیے دونوں زبانوں کا ماہر ہونا بنیادی شرط ہے۔

فنِ ترجمہ کے حوالے سے نصیر احمد خان کہتے ہیں:

''ترجمہ محض ایک جسم کو دوسرا لباس پہنا دینے کا نام نہیں بلکہ ایک جسم کے مقابلے میں بالکل ویسا ہی جسم تراش کر اُسے دوسرے لباس میں اس طرح سے لے آنا کہ دونوں قالبوں میں ایک ہی رُوح ہو۔''(۱)

ترجمہ نگاری ایسا فن ہے جس میں اصل متن کی روح کو مصنف کے مزاج، طرزِ احساس اور مکمل تہذیبی پس منظر کے ساتھ منتقل کرنا ہوتا ہے۔ منظوم ترجمہ میں مترجم کے لیے دونوں زبانوں پر گرفت کے ساتھ ساتھ علمِ عروض کی مہارت کا ہونا بنیادی ضرورت ہے۔

اسیر عابد (۲۰۰۳ء۔۱۹۳۶ء) اردو اور پنجابی زبان کے بہت اچھے شاعر ہی نہیں بلکہ دونوں زبانوں کے منظوم اور نثری مترجم بھی تھے۔ برصغیر میں ترجمہ نگاری کی روایت میں اسیر عابد کے کام کو

انتہائی

ایسوسی ایٹ پروفیسر، گورنمنٹ کالج ٹاؤن شپ، لاہور

قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ وہ اردو اور پنجابی زبان و ادب کا گہرا مطالعہ رکھتے تھے۔ انہوں نے دونوں زبانوں کے کلاسیکل شاعروں کے کلام کا منظوم ونثری ترجمہ کیا، جن میں مرزا غالب کے ''دیوانِ غالب''، علامہ محمد اقبال کے ''بالِ جبریل''، وارث شاہ کے قصہ ''ہیر رانجھا''، بلھے شاہ کے علاوہ امام بوصیریؒ کے ''قصیدہ بردہ شریف'' کا عربی سے منظوم پنجابی میں ترجمہ کیا۔

''دیوانِ غالب'' کا منظوم پنجابی ترجمہ ان کی تقریباً چودہ برس (جون ۱۹۷۳ء تا مئی ۱۹۸۷ء) کی کامل ریاضت کا نتیجہ ہے اور بذاتِ خود یہ تخلیق کا روپ اختیار کر گیا ہے۔ یہ شاہکار ان کو پنجابی زبان و ادب میں حیات جاودانی دلانے کے لیے کافی ہے۔ دیوان غالب کے منظوم تراجم کی روایت میں فنی اور تخلیقی سطح پر پورے دیوان غالب کو جس طرح اسیر عابد نے زبان و بیان کی نزاکتوں کے ساتھ ترجمہ کیا ہے اس کی مثال تا حال ملنی محال ہے۔ ''دیوانِ غالب'' کا یہ ترجمہ پہلی بار مئی ۱۹۸۷ء کو مجلس ترقی ادب لاہور کی طرف سے احمد ندیم قاسمی کے زیر انتظام شائع ہوا تھا۔ اس کا ٹائٹل موجد نے بنایا تھا۔ اس منظوم ترجمے کا دیباچہ احمد ندیم قاسمی نے ''ترجمے کا اعجاز'' کے عنوان سے لکھا تھا۔ اس میں اسیر عابد کا ''پینڈا'' کے عنوان سے مضمون شامل ہے۔ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن جون ۱۹۹۷ء کو منظر عام پر آیا، جبکہ تیسرا ایڈیشن جون ۲۰۰۶ء میں اشاعت پذیر ہوا۔ دوسرے ایڈیشن میں اسیر عابد نے ۸۰ اشعار کے ترجمے پر نظر ثانی کی اور اپنے اس کام کو مزید نکھارا۔ ان تینوں ایڈیشنوں میں ایک ہی صفحے پر ''دیوانِ غالب'' کا اصل متن اور اس کے بالمقابل پنجابی ترجمہ چھاپا گیا ہے۔ اس کتاب کے صفحات کی کل تعداد ۵۱۲ ہے۔

اُردو ادب کی کلاسیکی شعری روایت میں مرزا اسد اللہ غالب ایک بلند مقام پر فائز دِکھائی دیتے ہیں۔ ان کی فکری پرواز نے غزل کو ایسی عظمتیں بخشی ہیں کہ اسے حُسنِ کامل کا مقام حاصل ہوا ہے۔ اس طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ مرزا غالب کی شاعری میں فکری صلاحیتوں کی جو فراوانی نظر آتی ہے، اُردو ادب میں اس کی مثال ملنا محال ہے۔ خاص طور پر غالب کی شاعری کا وہ دور جو اُن کی ۱۵ سے ۲۵ برس تک کی عمر پر محیط ہے، اس دور کو غیر معمولی فکری و تخلیقی صلاحیتوں کا جاندار دور کہا جا سکتا ہے۔ انہوں نے اپنے لڑکپن اور جوانی کے اس دور کی شاعری میں فکری انفرادیت کے یادگار نقوش چھوڑے ہیں۔ مرزا غالب ۷۳ برس کی عمر تک تقریباً ساٹھ سال سخنوری کی دنیا پر جلوہ افروز رہے۔ اس طرح ان کی زندگی کو کئی ایسے ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، جس سے ان کے ادبی شعور اور فنی ہنر مندی کے ارتقاء کا تجزیہ کیا جا سکتا ہے۔ غالب کے ہاں مشکل پسندی اور گنجلک الفاظ کے استعمال سے لے کر اشعار کی ظاہری تزئین و آرائشِ خیال، درجہ کمال پر دِکھائی دیتی ہے۔ وہ اپنے عمیق تجربے اور مشاہدے کے باوصف لازوال شعری

کائنات تخلیق کر گئے ہیں۔

نیاز فتح پوری لکھتے ہیں:

''غالب کا نام سنتے ہی اس کی مشکل پسندی و دقیق نگاری ہمارے سامنے آجاتی ہے اور اس میں شک نہیں، وہ فطرتاً عام راہ سے ہٹ کر اپنی راہ الگ پیدا کرنے والا، بڑا مشکل پسند انسان تھا اور بیان کے نئے زاویے تلاش کرنے کے لیے اس کا خیال ہمیشہ دماغ کی پیچیدہ راہوں سے گزر کر سامنے آتا تھا، چہ جائے کہ حکمت و تصوف کے دقیق اشعار کہ انہیں معنوی نزاکت اور ندرت خیال کے لحاظ سے مشکل ہونا ہی چاہیے۔''(۲)

اُردو شاعری کے تخلیقی رنگ اور آہنگ سے آگاہی کے لیے غالب کی شاعری کا عمیق نظری سے مطالعہ ضروری ہے۔ اردو شاعری کی روایت میں غالب کے انداز بیان اور زبان پر گرفت کے حوالے سے کہا جاسکتا ہے کہ غالب اردو زبان کی تہذیب کے امین ہیں۔

فارسی زبان کی دوہری تراکیب کے استعمال کے باعث غالب کو مشکل پسند شاعر گردانا جاتا ہے۔ اسیر عابد نے غالب کی ان فارسی تراکیب کو پنجابی تراکیب میں نہایت خوبصورتی کے ساتھ ڈھال دیا ہے۔ اور اس طرح غالب فہمی کے نئے دریچے کھول دیئے ہیں۔ اس مشکل گوئی کے باعث غالب کے مترجمین کے لیے بڑی مشکلات پیدا ہوگئیں۔

منیر احمد شیخ لکھتے ہیں:

''شاید اسی لیے غالب ترجمہ کرنے والوں کے لیے ایک بہت بڑا چیلنج ہے اور اس چیلنج سے نبرد آزما ہونا جان جوکھوں کا کام ہے۔ اس کے ہم عصر اور ہم زبان شعراء اور سخن شناس شاکی تھے کہ وہ ایک مشکل پسند شاعر ہے اور سمجھ میں آنے والا نہیں ہے۔ اہلِ فن جانتے ہیں کہ یہ شکایت ادب فلسفہ اور علوم کی تاریخ میں ہر اس شخص کے بارے میں کی گئی ہے جس نے کسی میدان میں اجتہاد کی نئی راہیں ایجاد کیں۔ غالب صاحب ِ ایجاد شاعر تھا اور فکر کی بلندیوں کے ساتھ ساتھ زبان کے فنی استعمال پر بھی اسے خالقانہ قدرت حاصل تھی۔ پس غالب کی شاعری کو دنیا کی دوسری زبانوں میں منتقل کرنا دراصل شاعری کے کمالات کے ساتھ ساتھ اُردو زبان کی امکانی وسعتوں اور عظمتوں سے دنیا والوں کو روشناس کرانا ہے۔''(۳)

اسیر عابد نے ''دیوانِ غالب'' کی جن تراکیب کو پنجابی زبان میں ڈھالا ہے ان میں سے چند تراکیب نمونے کے طور پر پیش ہیں:

غالب	اسیر عابد	غالب	اسیر عابد
طاقتِ دیدار	درشن جیرا	حُسنِ غیور	انکھی روپ
نقشِ سویدا	چتر کلتن	ہجومِ اشک	ہنجواں دی بھیڑ

جذبۂ بے اختیار	اتھری سدھر	فتنہ خُو	آخر جوگا
مُوئے آتش دیدہ	کنڈل سکیا وال	زلفِ مشکیں	کستوری بجھیاں زلفاں
نالۂ دل	ہوک دِلے دی	نقشِ پا	ایر کھرے دا
آتشِ زیرِ پا	پیراں ہیٹھ چواتیاں	نیم کش	ادھ چھک
طاقِ نسیاں	بُھل پڑ چھتی	تپشِ شوق	دید مواتا
آتش پنہاں	گھیاں اگاں	بزمِ طرب	عیش بغیچے

اسیر عابد نے ترکیب سازی کی طرف اپنی بھر پور توجہ مبذول رکھی بلکہ شعر میں جہاں جمالیاتی فضا کا تقاضا تھا وہاں اس کے بانکپن اور نزاکت طبعی کا خیال رکھا۔ انہوں نے تراکیب کے ابلاغ کے لیے شعر کے حُسن کو ہی مجروح نہیں ہونے دیا بلکہ عروضی بحروں اور لسانی حوالوں سے نئے تجربے کر کے پنجابی زبان کی بے مثال وسعت کے نئے امکانات کی خبر بھی دی۔ کئی مقامات پر نامانوس اور ابلاغ میں مشکل فارسی تراکیب کے بالمقابل نزاکت لفظی اور حُسن کاری سے مملو ایسے تراجم بھی کیے جن کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

ڈاکٹر ابو محمد سحر کے الفاظ ہیں:

''......فارسی عطف و اضافت اور الفاظ کی ترتیب و ترکیب میں وہ اتنی چابک دستی سے کام لیتے ہیں کہ لمبی لمبی ترکیبیں بھی مذاقِ سلیم پر گراں نہیں گزرتیں بلکہ کبھی کبھی تو شعر کی دل آویزی اور جاذبیت کا سبب بن جاتی ہیں۔''(۴)

اُردو کلام: جلوۂ گل نے کیا تھا واں چراغاں آبِ جُو
یاں رواں مژگانِ چشمِ تر سے خونِ ناب تھا (۵)

پنجابی ترجمہ: اودھر پُھلاں دی چھاں پاروں دیوے ندیاں وچ تردے سن
ایدھر پلکاں دے چشمے توں رت خاص جگر دی جاری سی (۶)

اردو کلام: کاوِ کاوِ سخت جانی ہائے تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا (۷)

پنجابی ترجمہ: کارکار نہ پُچھ اکلاپیاں دی پتھر جندنوں سک عذاب اندر
شاموں فجر اڈیکدے کڈھ لیے ددھ نہر پہاڑنوں چیر سائیں (۸)

غالب کے ہاں مشکل پسندی کے مقابلے میں سہلِ ممتنع کی مثالیں بھی اسی قدر جاذبیت رکھتی ہیں۔ اسیر عابد نے کلام غالب کو ترجمہ کرتے وقت نہ غالب کو پیچھے چھوڑا ہے اور نہ ہی غالب سے آگے

نکلنے کی کوشش کی ہے۔ اسی خوبی کو غالب کی ترجمانی اور ترجمہ نگاری کہا جا سکتا ہے۔

اردو کلام: کوئی امید بر نہیں آتی
کوئی صورت نظر نہیں آتی(۹)

پنجابی ترجمہ: کنڈھے ول آساں دی بیڑی آوندی نئیں
اصلوں کوئی شکل وی نظری آوندی نئیں(۱۰)

اردو کلام: دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے(۱۱)

پنجابی ترجمہ: دلا جھلیا! تُوں دس تینوں ہویا کیہ اے
تیرے دکھ دا علاج ایتھے بیبا کیہ اے(۱۲)

اردو کلام: آ کہ میری جان کو قرار نہیں ہے
طاقتِ بیداد انتظار نہیں ہے(۱۳)

پنجابی کلام: آجا وی ہُن میری جان نوں ہُن تے قرار نئیں
جیرے دے وس تیرا رہیا انتظار نئیں(۱۴)

دیوانِ غالب میں ہمیں جا بجا صنعتِ مراعات النظیر کا حسن بڑی خوبصورتی کے ساتھ دکھائی دیتا ہے۔ یعنی شعر میں ایک چیز سے نسبت اور مناسبت رکھنے والے الفاظ و اسماء کا استعمال۔ اسیر عابد نے ترجمہ کرتے وقت غالب کے اس طرزِ کلام کو اُس کی جامعیت کے ساتھ نبھایا ہے۔

اردو کلام: دریائے معاصی تنک آبی سے ہوا خشک
میرا سر دامن بھی ابھی تر نہ ہوا تھا(۱۵)

پنجابی ترجمہ: پاپ چنھاں دی گِٹے گِٹے پانی پاروں سُکیا اے
میری تریہہ دا پلا وی تے حالے گِلّا ہویا نہ(۱۶)

اردو کلام: نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا(۱۷)

پنجابی ترجمہ: چتر کوکدا اے چتر کار کیہڑے کھیکھن گھنیا وچ تحریر سائیں
چولے کاغذی ساریاں مُورتاں دے بے سیّاں بے تقصیر سائیں(۱۸)

مرزا غالب کے شعری اسلوب کے حوالے سے ڈاکٹر ابو محمد سحر یوں رقم طراز ہیں:

''۔۔اُن کا اسلوبِ بیان اس قدر دل آویز اور بلند آہنگ تھا کہ جو لوگ معنی اچھی طرح نہیں سمجھتے تھے وہ بھی الفاظ وتراکیب کی ندرت اور موزونی، بندش کی چستی اور دوسری خوبیوں سے متاثر ہو کر داد دیتے تھے۔طرزِ تخیل اور اندازِ بیان کا یہی حسین وجمیل امتزاج ہے جس کی وجہ سے ان کے بہت سے اشعار زبان زدِ خاص وعام ہیں۔'' (۱۹)

غالب کے اسلوب کی اسی لطافت و دل آویزی کو اسیر عابد نے پنجابیت کی پان چڑھائی۔ انہوں نے رنگِ غالب میں کہیں کمی نہیں آنے دی بلکہ اس کی ضَو فزوں تر نظر آتی ہے۔ دیوانِ غالب میں تشبیہات، استعارات اور تلمیحات کا ایسا بھرپور استعمال ہے کہ ہر ہر لفظ کو اس کے مکمل معانی میں ترجمہ کرنا کارِ دشوار ہے۔لیکن اسیر عابد نے اپنے شاعرانہ کمالات کے ساتھ خوب نبھایا ہے۔

اُردو کلام
بوئے گل، نالۂ دل، دودِ چراغِ محفل
جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا (۲۰)

پنجابی ترجمہ:
پُھل خوشبو دی، ہُوک دِلے دی، دُھوں وی پر ہیادے دیوے دا
دھکیا جو تیری درگاہوں، جاندا اُڈیا اُڈیا ڈِٹھا (۲۱)

اردو کلام:
قید میں یعقوبؑ نے لی گو نہ یوسفؑ کی خبر
لیکن آنکھیں روزن دیوار زنداں ہو گئیں
سب رقیبوں سے ہوں ناخوش مگر زنانِ مصر سے
ہے زلیخا خوش کہ محوِ ماہ کنعاں ہو گئیں (۲۲)

پنجابی ترجمہ:
بھاویں بندی خانے سار لئی یعقوبؑ نہ یوسفؑ دی
پر کالی کوٹھی دی کندھے جھر نے اکھیاں ہو گئیاں
سارے سڑن رقیباں توں پر سینے ٹھنڈ زلیخا دے
مصری ناراں تک یوسفؑ توں ہکیاں بکیاں ہو گئیاں (۲۳)

غالب کے جیتے جاگتے کرداروں میں زندگی کی ہماہمی جس رنگ ڈھنگ سے محسوس ہوتی ہے، اسیر عابد کے ترجمے میں اس کا پرتو نظر آتا ہے۔

اردو کلام: رات کے وقت مے پیئے ساتھ رقیب کو لئے
آئے وہ یاں خدا کرے پر نہ کرے خدا کہ یوں
مجھ سے کہا جو یار نے جاتے ہیں ہوش کس طرح
دیکھ کے میری بے خودی چلنے لگی ہوا کہ یوں(۲۴)

پنجابی ترجمہ: ویلا رات دا ہووے تے پیتی ہوئسو، سنگت نال رقیب دے کیتی ہوئسو
ربا آون دی ایدھرے نیتی ہوئسو، ربا جیہا نہ چن چڑھا کہ انج
مینوں پُچھیا یار نے دس تے سہی کیویں ہوش اڈاریاں مار جاندے
ترس کھا کے میری مدہوشیاں تے کولوں اُڈ کے لنگھی ہوا کہ انج (۲۵)

کلامِ غالب میں محاورات اور ضرب الامثال کے استعمال سے غالب ہم عصر شعرا میں ممتاز نظر آتے ہیں۔ اسیر عابد نے اپنی ہنرمندی سے ان ضرب الامثال اور محاورات کو ایسا لفظی جامہ پہنایا ہے کہ ان کے لفظوں میں غالب بولتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

اردو کلام: قطع کیجیے نہ تعلق ہم سے
کچھ نہیں تو عداوت ہی سہی(۲۶)

پنجابی ترجمہ: ساڈے نالوں لگ لگا تے تروڑیں نہ
کجھ وی نہیں تے بھلیا اِٹ کھڑکا سہی (۲۷)

اردو کلام: نغمہ ہائے غم کو بھی اے دل غنیمت جانیے
بے صدا ہو جائے گا یہ ساز ہستی ایک دن (۲۸)

پنجابی ترجمہ: ایہ دردیلے گون دی حالی دِلا نیں بہت غنیمت
بھاں بھاں ہوجانا اے جگ دا وجدا واجا اک دیہاڑے (۲۹)

اردو کلام: ہوا ہے شاہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا
وگرنہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے؟ (۳۰)

پنجابی ترجمہ: شاہ دی بہنی بہندا اے تاں اڈی نہیں سُو لگدی
نہیں تے دسو شہر اندر غالب دی واہ واہ کیہ اے؟ (۳۱)

غالب کی شاعری میں عشقِ مجازی سے عشقِ حقیقی تک کا سفر بہت خوبصورتی کے ساتھ طے ہوتا

ہے۔انہوں نے وارداتِ مابعد الطبیعیات کو بڑے سادہ انداز میں بیان کیا ہے۔جس کو اسیر عابد نے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ نبھایا ہے۔

اردو کلام: جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود
پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے (۳۲)

پنجابی ترجمہ: جدوں تیرے بناں ربا! ڈھول نہیں وجدا
فیر طوطیاں نقاریاں دا رولا کیہ اے (۳۳)

اُردو کلام: وہ مجھے بھول گیا ہو تو پتا بتلا دوں
کبھی فتراک میں تیرے کوئی نخچیر بھی تھا
قید میں تھی ترے وحشی کو ہی زلف کی یاد
ہاں کچھ اک رنج گراں باری زنجیر بھی تھا (۳۴)

پنجابی ترجمہ: تینوں رہی جے نہیں پچھان میری ہووے حکم تے اک گویڑ دساں
کدی تیرے شکار کلا ویاں وچ چیتا آیا ای اک شکار وی سی
تیرے اُڈنے شوق نوں قید خانے کنڈل زلف دی کدی وی نہیں بُھلے
اپنی گل ضرور اے سنگلی دے چھکے بھار دا بہت آزار وی سی (۳۵)

دیوانِ غالب میں ٹکسالی زبان کا استعمال اور دہلی کا طرز بود و باش جس طرح دِکھائی دیتا ہے اسیر عابد نے اس کی بھر پور تصویر کشی کی ہے۔اسیر عابد پنجابی زبان کی کلاسکی شعری ریت اور لوک ریت کے ساتھ ساتھ تہذیبی پس منظر میں غالب کو بیان کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اردو کلام: مقدم سیلاب سے دل کیا نشاط آہنگ ہے
خانۂ عشق مگر سازِ صدائے آب تھا (۳۶)

پنجابی ترجمہ: ہڑ شُوکے تے دل دے اندر خوشیاں دے لہرے وجدے نیں
رانجھن دی جھوک جھلاراں نے خبرے کیہ ونجھلی چُھوکی سی (۳۷)

اردو کلام: رو میں ہے رخشِ عمر کہاں دیکھیے تھمے
نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں (۳۸)

پنجابی ترجمہ: جیون بکی دُھوڑاں پٹدی ویکھو کتھے ٹھلدی
نہ ہتھ واگاں اُتے نیں نہ پب رکابے اندر (۳۹)

غالب کے کلام میں اُردو کا عروضی نظام اپنے جوبن پر ہے اور ہر طرح کی بحور کے استعمال نے ان کی شاعری کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ اسیر عابد نے پنجابی بحور کا ایک جہان دیوانِ غالب کے ترجمے میں بسا دیا ہے۔

اردو کلام: پیوں شراب اگر خُم بھی دیکھ لوں دو چار
یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبُو کیا ہے (۴۰)

پنجابی ترجمہ: پنج ست مٹ شراب جے دِسے پیندا چنگا لگناں
جھجر، واہڑی، گاگر، چھنا گھڑا پیالہ کیہ اے (۴۱)

شان الحق حقی لکھتے ہیں:

''شعر کے دو بنیادی اجزاء ہیں ایک خیال یا فکر، جو ایک متخیلّہ ذہن پیدا کرتا ہے، دوسرا پیرایہ اظہار۔ دونوں باہم مربوط اور 'تاثیر' اُن دونوں کا حاصل، جو ایک پُراسرار عنصر ہے۔ یہ ان دو اجزاء سے خود بخود برآمد ہوتا ہے جیسے دو کیمیائی عناصر کے ملنے سے ایک نئی تاثیر یا نیا کرشمہ پیدا ہوتا ہے یا ہوسکتا ہے۔''(۴۲)

اسیر عابد نے مرزا غالب کے شعری تخیل کا جس پیرایہ میں اظہار کیا ہے اس سے غالب کے کلام کی تاثیر تو کم نہیں ہوئی، البتہ کچھ مقامات پر ایسی جراُتِ رندانہ کا مظاہر کر گئے ہیں کہ متن اور ترجمہ میں بُعد محسوس ہوتا ہے۔

اردو کلام: جو یہ کہے کہ ریختہ کیوں کر ہو رشک فارسی
گُفتہ غالب ایک بار پڑھ کے اُسے سنا کہ یوں (۴۳)

پنجابی ترجمہ: کیویں ریختہ ڈنگدا فارسی نوں جے کوئی پچھے اسیر پنجابیاں نوں
اک وار بٹھا کے کول اوہنوں غالب خان دے بول سنا کہ انج (۴۴)

منیر احمد شیخ لکھتے ہیں:

''اس ترجمے میں جے کوئی پُچھے اسیر پنجابیاں نوں، ایک ایسا اضافہ ہے جس کا شعر کے اصل متن کے ساتھ کوئی وجود نہیں اور اس پر مزید ستم یہ کہ مترجم نے ترجمے میں اپنا تخلص بھی ڈال دیا ہے اور پنجابیوں کو بھی خواہ مخواہ بیچ میں لے آئے ہیں اور پھر غالب کو غالب خان بنا دیا ہے۔ یقیناً یہ ترجمہ کمزور ہی نہیں متن کو مسخ کر کے اسے مبہم بنا دیا ہے۔''(۴۵)

مجموعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ اسیر عابد دیوانِ غالب کے ترجمے میں اپنی ان تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لائے ہیں جو ایک اچھے ترجمے کے لیے لازمی ہوتی ہیں اور جن کے بغیر ترجمے کا اعجاز وجود میں

نہیں آتا۔ نصیر احمد خان کے مطابق:

''جہاں تک شاعری کا تعلق ہے یہ ترجمے میں سب سے مشکل مہم کہی جا سکتی ہے۔ یہاں کئی لغزشیں ہونے کے امکانات رہتے ہیں۔ اس میں جتنی محنت ایک شاعر اپنے اشعار کے لیے کرتا ہے اس سے کہیں زیادہ کاوشیں مترجم کو کرنی پڑتی ہیں۔ شعری ترجمے میں اچھے شعر کے تمام لوازمات اور ان کے نازک مراحل سے مترجم کو گذرنا پڑتا ہے۔ وہ ایک اچھے شاعر سے زیادہ ذمہ داریاں نبھاتا ہے۔''(۴۶)

جب تک دیوانِ غالب زندہ ہے، اسیر عابد کی اس مساعی کو پذیرائی ملتی رہے گی۔ احمد ندیم قاسمی کے بقول:

''اسیر عابد کے اس ترجمے نے روزِ روشن کی طرح ثابت کر دیا ہے کہ وہ اردو کی انتہائی گہری اور گمبھیر شاعری کی تفہیم و تحسین پر بھی حاوی ہے اور پنجابی تو جیسے اس کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑی ہے۔ ترجمے کا یہ معجزہ اسی لیے ظہور پذیر ہوا ہے۔''(۴۷)

مرزا غالب اردو ادب میں ایک بڑے مقام پر فائز ہیں۔ ان کی شاعری کو کسی دوسری زبان میں پورے آہنگ کے ساتھ منتقل کرنا آسان کام نہیں۔ اسیر عابد اپنے اس ترجمے میں غالب کی شاعری کے مزاج اور اس کی روح کو پنجابی میں ڈھالنے کی کوشش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ شاعری میں تخیل کا عنصر غالب ہوتا ہے، اس لیے شاعر کے جذبات و احساسات کو ترجمہ میں اصل روح کے ساتھ منتقل کرنا زیادہ نازک معاملہ ہو جاتا ہے۔ اسیر عابد نے ان سب مراحل کو بڑی احتیاط کے ساتھ نبھایا ہے۔ مجموعی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسیر عابد کا یہ منظوم پنجابی ترجمہ، ترجمہ نگاری کی روایت میں ایک اچھا اضافہ ہے۔

حوالہ جات

۱۔ نصیر احمد خان، ترجمہ اور لسانیات، مشمولہ: فنِ ترجمہ کاری، اسلام آباد: پورب اکیڈمی، ۲۰۱۵ء، ص ۱۶۹

۲۔ نیاز فتح پوری، مشکلاتِ غالب، لاہور: دارالشعور، ۱۹۹۸ء، ص ۳

۳۔ منیر احمد شیخ، کلامِ غالب کا پنجابی ترجمہ، مشمولہ: ماہِ نو، فروری ۱۹۸۹ء، ص ۱۹

۴۔ ابومحمد سحر، ڈاکٹر، ادبی تحقیق و تنقید، بھوپال: مکتبہ ادب، ۲۰۰۲ء، ص ۱۳۱

۵۔ عرشی، امتیاز علی خاں، مرتب: دیوانِ غالب۔ نسخۂ عرشی، لاہور: مجلسِ ترقیِ ادب، ۲۰۰۲ء، ص ۱۶۵

۶۔ اسیر عابد، مترجم: دیوانِ غالب، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۶ء، ص ۵۷

۷۔ عرشی، امتیاز علی خاں، مرتب: دیوانِ غالب۔ نسخۂ عرشی ص ۱۵۹

۸۔ اسیر عابد، مترجم: دیوان غالب، ص ۳۳

۹۔ عرشی، امتیاز علی خاں، مرتب: دیوانِ غالب۔ نسخۂ عرشی ص ۳۱۴

۱۰۔ اسیر عابد، مترجم: دیوان غالب، ص ۲۹۹

۱۱۔ عرشی، امتیاز علی خاں، مرتب: دیوانِ غالب۔ نسخۂ عرشی، ۳۱۵

۱۲۔ اسیر عابد، مترجم: دیوان غالب، ص ۳۰۱

۱۳۔ عرشی، امتیاز علی خاں، مرتب: دیوانِ غالب۔ نُسخۂ عرشی ص ۲۶۴

۱۴۔ اسیر عابد، مترجم: دیوان غالب، ص ۳۲۵

۱۵۔ عرشی، امتیاز علی خاں، مرتب: دیوانِ غالب۔ نسخۂ عرشی، ۱۷۷

۱۶۔ اسیر عابد، مترجم: دیوان غالب، ص ۹۷

۱۷۔ عرشی، امتیاز علی خاں، مرتب: دیوانِ غالب۔ نسخۂ عرشی، ص ۱۵۹

۱۸۔ اسیر عابد، مترجم: دیوان غالب، ص ۳۳

۱۹۔ ابومحمد سحر، ڈاکٹر، ادبی تحقیق و تنقید، ص ۱۳۲

۲۰۔ عرشی، امتیاز علی خاں، مرتب: دیوانِ غالب۔ نُسخۂ عرشی ص ۱۶۳

۲۱۔ اسیر عابد، مترجم: دیوان غالب، ص ۴۱

۲۲۔ عرشی، امتیاز علی خاں، مرتب: دیوانِ غالب۔ نسخۂ عرشی ص ۲۳۸

۲۳۔ اسیر عابد، مترجم: دیوان غالب، ص ۲۱۵

۲۴۔ عرشی، امتیاز علی خاں، مرتب: دیوانِ غالب۔ نسخۂ عرشی ص ۲۱۷

۲۵۔ اسیر عابد، مترجم: دیوان غالب، ص ۲۲۷

۲۶۔ عرشی، امتیاز علی خاں، مرتب: دیوانِ غالب۔ نسخۂ عرشی، ص ۲۸۵
۲۷۔ اسیر عابد، مترجم: دیوان غالب، ص ۲۷۷
۲۸۔ عرشی، امتیاز علی خاں، مرتب: دیوانِ غالب۔ نسخۂ عرشی، ص ۱۷۵
۲۹۔ اسیر عابد، مترجم: دیوان غالب، ص ۱۷۹
۳۰۔ عرشی، امتیاز علی خاں، مرتب: دیوانِ غالب۔ نسخۂ عرشی، ص ۳۲۲
۳۱۔ اسیر عابد، مترجم: دیوان غالب، ص ۳۴۱
۳۲۔ عرشی، امتیاز علی خاں، مرتب: دیوانِ غالب۔ نسخۂ عرشی، ص ۳۱۶
۳۳۔ اسیر عابد، مترجم: دیوان غالب، ص ۳۰۱
۳۴۔ عرشی، امتیاز علی خاں، مرتب: دیوانِ غالب۔ نسخۂ عرشی، ص ۱۵۸
۳۵۔ اسیر عابد، مترجم: دیوان غالب، ص ۹۵
۳۶۔ عرشی، امتیاز علی خاں، مرتب: دیوانِ غالب۔ نسخۂ عرشی، ص ۱۶۵
۳۷۔ اسیر عابد، مترجم: دیوان غالب، ص ۵۹
۳۸۔ عرشی، امتیاز علی خاں، مرتب: دیوانِ غالب۔ نسخۂ عرشی، ص ۲۳۵
۳۹۔ اسیر عابد، مترجم: دیوان غالب، ص ۱۹۵
۴۰۔ عرشی، امتیاز علی خاں، مرتب: دیوانِ غالب۔ نسخۂ عرشی، ص ۳۲۲
۴۱۔ اسیر عابد، مترجم: دیوان غالب، ص ۳۴۱
۴۲۔ شان الحق حقی، آئینہ افکارِ غالب، کراچی: ادارہ یادگارِ غالب، ص: ۱۴
۴۳۔ عرشی، امتیاز علی خاں، مرتب: دیوانِ غالب۔ نسخۂ عرشی، ص: ۲۱۸
۴۴۔ اسیر عابد، مترجم: دیوان غالب، ص: ۲۲۷
۴۵۔ منیر احمد شیخ۔ کلامِ غالب کا پنجابی ترجمہ، ماہِ نو، فروری ۱۹۸۹ء
۴۶۔ نصیر احمد خان، ترجمہ اور لسانیات، مشمولہ: فن ترجمہ کاری، ص: ۱۶۹
۴۷۔ اسیر عابد، مترجم: دیوان غالب، ص: ۵۷